مکمل ومدلل تعزیت

احسانِ

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری

دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

بمقام: ساحل

بتاریخ: ۱۱/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ۔ بروز پیر، بعدِ ظہر

بروفات

کوثر بنت مولانا محمد علی منیار

متوفیہ: بروز بدھ۔ ۲۹/شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ/ مطابق ۱۷/جون ۲۰۱۵ء

تشکر وامتنان

۱۴۳۶ ہجری کے رمضان المبارک کے خصوصی الطاف وفضل وکرم کی ابتداء مالکِ ذوالجلال نے کچھ اس طرح فرمائی کہ اپنی عنایت فرمودہ لاتعدّ ولاتحصیٰ نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت، یعنی میری آٹھ اولاد میں سے ایک، جو سب سے باصلاحیت اور صفاتِ حمیدہ سے آراستہ، صبر ورضا کا پیکر، دردِ دل سے معمور، خدمت گزار ومشیرِ کار تھی، اُسے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دینے کے لئے ایسے وقت منتخب کیا جب کہ ارضِ حرم میں شہرِ عظیم، شہرِ مبارک، شہرِ عطا، شہرِ رحمت ومغفرت سایہ فگن ہورہا تھا۔ فللہ الحمد والمنۃ ولہ الشکر۔

لختِ جگر کی جدائی سے دل کی جو کیفیت تھی وہ ناقابلِ بیان ہے، اس کوہِ غم میں تسلی وتشفی کے لئے حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت عنایتہم وتمت فیوضہم نے یہ احسانِ عظیم فرمایا کہ ماہِ مبارک کے اپنے مشاغل ومعمولات میں انہماک، خانقاہِ محمودیہ ڈابھیل کی ترتیب وانتظام کی مصروفیت، اور دیگر گوناگوں کاموں کی ذمہ داریوں کے باوجود اور بندہ کے باصرار حضرات سے گزارش کے بعد بھی کہ حضرت تعزیت کے لئے تشریف نہ لائیں، حضرت نے اپنے قدومِ میمنت لزوم سے غریب خانہ کو منور فرمایا، اور تعزیتی کلماتِ مبارکہ سے نوازا، اس قیمتی تعزیتی مضمون کو افادۂ عامہ کے لئے پیش کرنا مناسب معلوم ہوا کہ انتہائی جامع ومانع ہے۔ اللہ جل شانہٗ قبول فرمائے اور مرحومہ کے لئے صدقۂ جاریہ فرمائے۔

بصمیمِ قلب دعا گو ہوں کہ اللہ پاک حضرت کے سایۂ عاطفت کو تادیر پوری صحت وقوت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور حضرت کی کما حقہٗ قدردانی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، اور اس احسانِ عظیم کا اپنی شایانِ شان اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

راجی العفو
محمد علی حافظ محمد عمر منیار
نزیل مدینہ منورہ
علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا۔ أما بعد:

أَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ. بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبَارَكَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡكُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ. الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیَاۃَ لِیَبۡلُوَكُمۡ أَیُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ.

وقال تعالیٰ: وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِنَ الۡأَمۡوَالِ وَ الۡأَنۡفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیۡنَ * الَّذِیۡنَ إِذَا أَصَابَتۡھُمۡ مُصِیۡبَةٌ قَالُوۡا إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ.

وقال تعالیٰ: إِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوۡنَ أَجۡرَھُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ

شریعتِ مطہرہ کا حسن

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پوری کائنات کو پیدا فرما کر انسانوں کو خاص طور پر اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا، اور کائنات کی ہر چیز کو انسان کی خدمت اور فائدہ کے لیے پیدا فرمایا اور پھر اللہ تعالیٰ جن چیزوں اور جن کاموں سے راضی ہوتا ہے وہ بھی بتلادیا اور جن کاموں اور جن چیزوں سے ناراض ہوتا ہے وہ بھی بتلادیا۔ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ پوری انسانیت پر واضح کردیا کہ زندگی کا کون سا طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہے اور کون سا طریقہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند اور مغبوض ہے، اب ہماری عبدیت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا اہتمام اور کوشش کریں، اور ہماری طرف سے کوئی ایسی حرکت، کوئی ایسا فعل، کوئی ایسا قول، یا کوئی ایسی چیز صادر نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے شریعتِ مطہرہ کی شکل میں زندگی گزارنے کا جو طریقہ اور دستور انسانیت کو عطا فرمایا،

اس میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور انسانوں کو پیش آنے والے تمام حالات سے متعلق واضح ہدایات اور رہنمائی موجود ہے۔ انسان کو جو مختلف حالات پیش آتے ہیں ان میں ایک مصیبت بھی ہے کہ انسان کے مزاج کے خلاف کوئی بات پیش آجائے، کوئی تکلیف واقع ہو جس کی وجہ سے انسان کی طبیعت پر اثر ہو؛ تو ایسے موقعہ پر اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس سلسلہ میں بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ہدایات عطا فرمائی ہیں، اور قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ﴾ ہم تم کو کچھ ڈر وخوف کے ذریعہ، بھوک کے ذریعہ، اور تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں اور تمہارے پھلوں اور پیداوار میں کچھ کمی کے ذریعہ آزمائیں گے ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ اس موقعہ پر اللہ کے جو بندے صبر سے کام لیتے ہیں انہیں آپ خوشخبری اور بشارت سنادیجئے ﴿الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ﴾ ان کا حال یہ ہے کہ جب ان کو کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں ﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ ہم اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر کے جانا ہے۔

صبر کی حقیقت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں صبر کا حکم جو دیا ہے یہ دراصل ایک بہت عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندہ کو دی جاتی ہے۔ صبر کی حقیقت حضراتِ علماء نے یہ بیان فرمائی ہے ''حَبْسُ النَّفْسِ عَلیٰ مَا يَقْتَضِيهِ الشَّرْعُ وَالْعَقْلُ'' شریعت اور عقل جن چیزوں کا تقاضہ کرتی ہیں ان کے مطابق اپنے نفس کو جمانا۔ جیسا شریعت چاہتی ہے اس کے مطابق اپنے نفس سے کام کروانا۔ جیسے: شریعت نے نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ نماز کی ادائیگی کے لئے بندے کو بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلاً: سردی کے زمانے میں جلدی سے اٹھنا، اپنی نیند کو قربان کرنا، اور ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا، وغیرہ۔ اسی طرح شریعت کے تمام اوامر کی بجا آوری میں آدمی کو مجاہدات اور مشقتیں پیش آتی ہیں، ان کو جھیلنے کے لئے اپنے نفس کو جمانا

پڑتا ہے اور نفس سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

اور بہت سی مرتبہ آدمی اپنی عقل کے تقاضہ کی وجہ سے کوئی کام کرتا ہے، جیسے: بیماری کے زمانہ میں کڑوی دوا استعمال کرنا۔تو کڑوی دوا استعمال کرنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے آدمی پسند کرے، مگر پھر بھی آدمی سوچتا ہے کہ اگر اس وقت میں تھوڑی سی تکلیف برداشت کرلوں گا تو اس کے نتیجہ میں صحت ہوگی، تو پھر میں بے شمار حلاوتوں سے فائدہ اٹھا سکوں گا۔اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکلف بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق چلے۔

جو دیا وہ بھی، اور جو لیا وہ بھی؛ اللہ تعالیٰ ہی کا

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو دراصل اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں جو ہمارے پاس ایک مقرّرہ وقت تک فائدہ اٹھانے کے لئے دی گئی ہیں۔ بخاری شریف میں واقعہ موجود ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صاحبزادی کا ایک بچہ بیمار تھا (حدیث کی شرح کرنے والے حضرات علماء نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہ صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھی) اور وہ بچہ بالکل زندگی کے آخری حالت میں تھا، گویا آخری سانسیں لے رہا تھا۔انہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہلوایا کہ آپ ضرور تشریف لائیے، میرے بچے کی آخری گھڑیاں ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں بجائے تشریف لے جانے کہ یہ پیغام بھیجا: ”إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى. فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ“ جو کچھ اللہ تعالیٰ لے گا وہ بھی اسی کا ہے، اور جو دیا ہے وہ بھی اسی کا دیا ہوا ہے (چاہے وہ انسان ہو یا دوسری نعمتیں ہوں) اور ہر چیز کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ایک وقت مقرر ہے، آدمی اسی وقت تک ان سے فائدہ اٹھاتا ہے، جب وہ وقت ختم ہو جاتا ہے تو وہ چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے لے لی جاتی ہے۔گویا یہ بچہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک امانت تھی جو اس نے عاریت کے طور پر استعمال کے لئے ہمیں دی ہوئی تھی۔لہٰذا صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) سے کہہ دیا جائے کہ وہ صبر سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں۔جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیغام ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے دوبارہ

باصرار کہلوایا کہ آپ ضرور تشریف لائیے۔ان کے اصرار پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات بھی تھے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو وہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دیا گیا، اس کی سانس اکھڑ رہی تھی، یہ منظر دیکھ کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بھی روتے ہیں؟ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک جذبۂ رحمت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر انسان کے قلب میں رکھا ہے۔ اور انسان جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھتا ہے تو اسی جذبۂ رحمت کی وجہ سے بے چین ہوکر اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ یہ تو گویا اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک نعمت ہے جو اس نے عطا فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے انہیں پر رحم کا معاملہ کرتا ہے جو دوسرے بندوں پر رحم کا معاملہ کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ کسی آدمی کو کسی مصیبت میں دیکھ کر، یا کسی مصیبت کے آنے پر غیر اختیاری طور پر آدمی کے اوپر جو کیفیت طاری ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں آنسو بھی بہتے ہیں اور کبھی زبان سے کوئی ایسا جملہ بھی نکل جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر ناراضگی کا نہ ہو، بلکہ اپنی تکلیف کے اظہار کا ہو؛ تو یہ شریعت کی نگاہوں میں ناپسندیدہ نہیں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شدتِ غم

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس وقت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الوفات میں مبتلا تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف ان سے دیکھی نہیں گئی تو بے چین ہوکر ان کی زبان پر یہ جملہ آیا: ''وَا كَرْبَ أَبَتَاهُ'' ہائے میرے ابا کی تکلیف! گویا مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ'' تمہارے ابا پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ یعنی تمہارے ابا پر بھی اللہ تعالیٰ کا وہ حکم آرہا ہے جس سے کسی کو مفر اور چھٹکارا نہیں، گویا موت کا وقت

قریب آ رہا ہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ’’یَاأَبَتَاهُ!أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ ،یَاأَبَتَاهُ!جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ،یَا أَبَتَاهُ!إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ‘‘ ہائے میرے ابا! انہوں نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلالیا اور آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہاں تشریف لے گئے۔ ہائے میرے ابا! جنت الفردوس ان کا ٹھکانا ہے۔ ہائے میرے ابا! ہم ان کی موت سے حضرت جبرئیل کو باخبر کررہے ہیں۔ اسی روایت میں آگے یہ بھی ہے کہ جب لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر کے واپس لوٹے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ’’یَا أَنَسُ !أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم التُّرَابَ‘‘ تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر پر مٹی ڈالو۔

یہ نوحہ نہیں

شراحِ حدیث نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے یہ الفاظ شدتِ غم کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر نکلے تھے، یہ نوحہ میں شمار نہیں۔ نوحہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر ناراض ہوکر ماتم کرے، یا حقیقت میں دل میں کوئی کیفیت نہ ہو لیکن بہ تکلّف اپنی زبان اور حال سے غم کا اظہار کرے۔ پہلے زمانے میں مستقل پیشہ ور (Professional) عورتیں ہوا کرتی تھی، جن کا کام ہی یہ ہوا کرتا تھا کہ کسی کے میّت کے موقعہ پر ان کے گھر جاکر رویا دھویا کرتی تھیں، اپنے کپڑے پھاڑا کرتی تھیں، اپنے رخسار پر طمانچے مارا کرتی تھیں اور اپنے بالوں کو کھول دیا کرتی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ غم کے اظہار کے لئے قصداً اس طرح کے طریقہ اختیار کئے جاتے تھے، حالاں کہ حقیقت میں دل کے اندر کوئی غم نہ ہوتا تھا؛ تو ایسے نوحہ والے طریقوں سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ باقی کوئی آدمی حقیقتاً کسی مصیبت اور آفات پر قلب کے مجروح ہونے کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر روئے اور اس کی زبان سے کچھ ایسے جملے بھی نکل جائیں جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی فیصلہ پر ناراضگی مقصود نہ ہو؛ تو یہ شریعت کے حکم کے خلاف نہیں ہے۔

حضرتِ فاطمہؓ کے جملے بھی اسی قبیل سے تھے۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشیت

خلاصہ یہ ہے کہ مصیبت کی وجہ سے آدمی کے دل کا مجروح ہونا طبعی اور فطری چیز ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بنایا ہی ایسا ہے:

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشیت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں رلائے کیوں

تو ایسے حالات جو آدمی کے لئے مصیبت کا سبب بنتے ہیں ان میں قلب کے اندر غم کی کیفیت کا پیدا ہونا مذموم نہیں ہے۔ ہاں! اللہ تبارک وتعالیٰ کے فیصلے پر آدمی راضی رہے۔

بیت الحمد

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب کسی کی اولاد کا انتقال ہوتا ہے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے کے باوجود فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کی اولاد کی روح کو قبض کرلیا؟ فرشتے کہتے ہیں: جی ہاں! باری تعالیٰ۔ پھر اللہ تبارک تعالیٰ پوچھتے ہیں: تم نے اس کے جگر کے ٹکڑے کو لے لیا؟ فرشتے کہتے ہیں: جی ہاں۔ باری تعالیٰ پوچھتے ہیں: اس پر اس نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں: اس نے آپ کی تعریف کی اور اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ ’’اناللہ وانا الیہ راجعون‘‘ ان جملوں کے اندر ہمارے لیے بڑی تسلی ہے۔

’’اناللہ وانا الیہ راجعون‘‘ کا اہم سبق

اور ’’اناللہ‘‘ میں گویا ہمیں اس بات کا سبق دیا گیا ہے کہ ہم جس کے جانے پر غم کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کا تھا اور ہم بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ بقول حکیم اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ: آپ کے گھر کے اندر الماری میں مختلف چیزیں ہیں، آپ نے ایک خانے میں چند چیزیں رکھیں،

دوسرے خانے میں چند دوسری چیزیں رکھیں، پھر چند دنوں کے بعد پہلے خانے میں جو چیزیں رکھی تھیں ان میں سے ایک دو چیزیں لے کر نیچے کے خانے میں شفٹ کردیں تو اس کا آپ کو پورا اختیار ہے، اس لیے کہ وہ سب چیزیں آپ ہی کی تھیں جس میں سے آپ نے اپنی ایک چیز میں کچھ تصرف کیا۔ اسی طرح ہمارے گھر کے مختلف افراد ہیں، اور وہ سب اللہ تعالیٰ ہی ملکیت ہیں، اب ان میں سے ایک فرد کو اس نے اس دنیا کے خانے میں سے اٹھا کر دوسری دنیا میں پہنچا دیا، تو وہ اس کا بھی مالک ہے اور ہمارا بھی مالک ہے، اور مالک اپنی مملوکہ چیز کے اندر کوئی تصرف کرتا ہے تو بندے کو اس کے متعلق کچھ بھی بولنے کا حق نہیں ہے کہ اس نے ایسا تصرف کیوں کیا؟

اور پھر آگے تسلی کے لئے فرمایا کہ جانے والے پر غم کیوں کرتے ہو؟ ''وانا الیہ راجعون'' تم بھی اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔ اگر آج ہمارے گھر کا کوئی فرد بمبئ یا انگلینڈ چلا جائے اور ہمیں معلوم ہو کہ دو مہینے کے بعد ہم بھی وہیں جانے والے ہیں تو اس کی جدائی کا اتنا غم نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہم یوں سوچ لیتے ہیں کہ چلو ٹھیک ہے، ایک دو مہینے کے بعد ہم بھی وہیں جانے والے ہیں۔ ''وانا الیہ راجعون'' کے اندر گویا اسی حقیقت کو بتلایا ہے کہ آج ہمارے گھر کا جو فرد اس دنیا سے آخرت کے طرف سدھار گیا ہے، تو کل کو ہمیں بھی وہیں جانا ہے، جدائی کا زمانہ کوئی زیادہ طویل نہیں ہے، بلکہ مختصر سا زمانہ ہے، ہم بھی وہیں پہنچنے والے ہیں، اس لیے اس جدائی کی وجہ سے زیادہ غم کرنے کی ضرورت نہیں۔

جانے والا یہ سبق دے کر گیا

البتہ یہ ہے کہ اس جانے والے نے جاتے ہوئے ہمیں اس بات کا سبق دیا اور اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ تم بھی اس کی تیاری کرلو۔ ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب کسی کی وفات کے اوپر کوئی خط آتا اور حضرت تعزیتی جواب لکھواتے تو اس میں یہی لکھواتے تھے کہ: جانے والا تو چلا گیا، لیکن ہمیں یہ سبق دے کر گیا ہے کہ ہمیں اپنے لئے تیاریاں کرنے کی ضرورت ہے، جہاں وہ گیا ہے ایک دن ہمیں بھی وہاں جانا ہے۔

بشارتیں بہ زبانِ رسالت

پہلی بشارت

اللہ کے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلے میں جو بشارتیں ارشاد فرمائی ہیں وہ تو ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے ہمیں بجائے غم کے خوش ہونا چاہیے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے، حضرت عمرؓ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے، سامنے سے ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا: ''وَجَبَتْ''۔ پھر دوسرا جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی بھی تعریف کی آپ نے فرمایا: ''وَجَبَتْ''۔ تیسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو آپ نے فرمایا: ''وَجَبَتْ''۔ جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے پوچھا: امیر المؤمنین! آپ نے ہر موقعہ پر ''وَجَبَتْ'' ہی فرمایا، واجب ہو گیا؛ اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے وہی بات کہی جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی کہ اگر کسی کے مرنے پر اس کے متعلق تین آدمی اس کی نیکی کی گواہی دیں تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر دو آدمی گواہی دیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دو گواہی دیں تب بھی اس کے لئے جنت واجب ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک کا نہیں پوچھا، اگر پوچھتے تو امید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے متعلق بھی یہی فرماتے۔ اور یہاں تو بے شمار افراد ہیں جو جانے والی مرحومہ کی خوبیوں کا تذکرہ کر رہے ہیں اور ان کے کمالات کو بیان کر رہے ہیں؛ تو پھر بھلا ان پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت کیوں صادق نہیں آئے گی ! ایک بشارت تو یہ ہوئی۔

دوسری بشارت

دوسری بشارت بھی ہے، حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ کسی کی وفات پر مسلمانوں کا ایک مجمع جس کی تعداد سو افراد تک پہنچ جائے، اور دوسری روایت میں ہے کہ مسلمانوں کا ایک مجمع جس کی تعداد چالیس ہو؛ اور وہ اس کے لئے سفارش کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی سفارش کو اس

جانے والے کے حق میں قبول کرلیتا ہے۔ یہاں تو مرحومہ کے جنازہ کی نماز پڑھنے والوں کی بڑی کثیر تعداد تھی۔ گویا یہ سعادت وبشارت بھی ان کے حق میں پوری ہوئی۔

تیسری بشارت

ایک صحابی کا معمول تھا کہ جب کسی کے جنازے میں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھانے کی نوبت آتی تو تین صفیں بنانے کا اہتمام کرتے تھے، اگر لوگ کم ہوتے تب بھی تین صفیں بنالیتے۔ اور وہ روایت بیان کرتے تھے کہ میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مرنے والے پر تین صفوں نے نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی مغفرت ہوجائے گی۔ یہ بشارت بھی مرحومہ کو حاصل ہوئی۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے جنازہ میں صرف سات آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امام بنے، پہلی صف میں تین لوگ کھڑے رہیں، دوسری صف میں دو، اور تیسری صف میں ایک آدمی رہے، اس طرح تین صفیں ہوجائیں گی۔

چوتھی بشارت

اس کے علاوہ بھی ایک بشارت ہے۔ حدیثِ پاک میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس امت کے مختلف شہداء کو شمار فرمایا، ان میں ایک یہ بھی ہے ''وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدَةٌ'' (سنن ابوداود، سنن النسائی) وہ عورت جو دردِ زہ کے اندر انتقال کرجائے۔ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہادت کی سعادت بھی مرحومہ کو عطا فرمائی۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان تمام ارشادات کی روشنی میں جب ہم اس واقعہ کو دیکھتے ہیں تو بجائے غم کے خوشی کا موقعہ محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرحومہ کو ان ساری بشارتوں کے ساتھ دنیا سے اٹھایا ہے۔

زندگی میں خوشی کے دومواقع

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: انسان کی زندگی میں دومواقع خوشی کے ہوا کرتے ہیں، ایک تو جب کوئی کام شروع کیا جاتا ہے اس وقت خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور دوسرا موقعہ کسی کام کے اختتام کا ہوتا اس وقت بھی خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مثلاً: آپ مکان کی تعمیر کی بنیاد رکھتے ہیں اس وقت بھی لوگوں کو جمع کرتے ہیں، دعوت کرتے ہیں، دعائیں کرتے اور کراتے ہیں۔ اور جب مکان بن کر مکمل ہوجاتا ہے اس وقت بھی لوگوں کو جمع کرتے ہیں، دعوت کا اہتمام کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ پہلے موقعہ پر جو خوشی ہوتی ہے وہ ایک توقع کے اوپر ہوتی ہے کہ آئندہ ہم جو کام کرنے جارہے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچے گا۔ اور اختتام پر خوشی کا جو اظہار ہوتا ہے وہ اس نعمت کے حصول کے اوپر ہوتا ہے۔ جب کوئی آدمی دنیا سے گیا اور وہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گزار کر گیا؛ تو یہ موقعہ نہایت خوشی کا ہوتا ہے۔

موت ایک پُل ہے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے موت کے وقت یہ فرماتے ہوئے سنا: ’’غَداً نَلْقَى الْأَحِبَّه، مُحَمَّداً وَّحِزْبَه‘‘ کل ہم اپنے دوستوں سے ملاقات کریں گے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے رفقاء سے ملیں گے۔ اسی لیے کہا گیا ہے: ’’اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ‘‘ موت ایک پُل ہے جو ایک حبیب اور دوست (بندے) کو اپنے حبیب اور دوست (اللہ تعالیٰ) سے ملاتا ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ

اور حقیقت تو یہ ہے کہ موت آدمی کی زندگی کا خاتمہ نہیں ہے، بلکہ جس مقصد کے لئے زندگی گزاری تھی اس مقصد کے حصول تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ بقول شیخ سعدیؒ: مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ایسی زندگیاں گزاریں کہ جن کے جانے پر بے شمار رونے والے ہوں۔

یاد داری کہ وقت زادن تو، ہمہ خنداں بودند وتو گریاں

آں چناں بزی کہ وقت مردنِ تو، ہمہ گریاں بوند وتو خنداں

یاد رکھو! جس وقت تم پیدا ہوئے تھے تو سب ہنس رہے تھے اور تم رو رہے تھے۔اس طرح زندگی گزارو کہ جب جانے کا وقت آئے تو سب رو رہے ہوں اور تم ہنس رہے ہو۔

نیکی کا کام کرلے اس سے پہلے کہ.....

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر ۞ پیش ازاں کہ بانگ برآید کہ فلاں نہ ماند

اے فلانے! نیکی کا کام کرلے، اللہ تعالیٰ نے جو زندگی عطا فرمائی ہے اس کو غنیمت سمجھ لے، اس سے پہلے کہ تمہارے متعلق یہ اعلان ہو کہ فلاں آدمی دنیا سے رخصت ہو گیا۔

آں پیر لاشہ کہ سپردند زیرِ خاک ۞ خاکش چناں بخورد کہ استخواں نماند

اس بوڑھی لاش کو جب قبر کے حوالے کیا گیا تو قبر کی مٹی نے اس کو کھا کے ایسا ختم کردیا کہ اس کی ہڈیاں بھی باقی نہ رہیں۔اس لیے ہمارا جسم تو ختم ہونے والا ہے، لیکن جو اعمال ہم کرلیں گے وہ ہمارے ساتھ جانے والے ہیں۔

غم درحقیقت اپنا ہے، مرنے والے کا نہیں

مرحومہ کا جانا واقعتاً غم کا سبب ہے، لیکن بقول حکیم الاسلامؒ: مرنے والے پر آدمی جو غم کرتا ہے وہ درحقیقت اپنا غم کرتا ہے، مرنے والے کا نہیں۔اس لیے کہ مرنے والے سے جو توقعات وامیدیں تھیں اور اس سے ہمیں جو فائدہ پہنچ رہا تھا وہ فائدہ منقطع ہو گیا، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جس سے جتنا زیادہ فائدہ پہنچ رہا ہوتا ہے اس کی جدائی پر رونے والے بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں، ایک آدمی بوڑھا ہو گیا، اب اس کی زندگی سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے، ایسا آدمی جب دنیا سے جاتا ہے تو لوگ روتے ہیں، لیکن کہتے ہیں کہ بہت معذور ہو گئے تھے، اچھا ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکل آسان کردی اور اٹھالیا۔گویا ان سے توقعات بھی زیادہ نہیں تھی تو غم بھی

اتنا زیادہ نہیں ہے۔ اور جوانی کی موت پر غم زیادہ ہوتا ہے کہ اس سے امیدیں بھی وابستہ تھیں اور فائدہ بھی زیادہ پہنچ رہا تھا جو اچانک منقطع ہو گیا۔ اور بچوں کی وفات پر اس وجہ سے غم زیادہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں ان سے بہت کچھ توقعات ہوتی ہیں۔

یہ نہ دیکھو کہ کیا گیا، بلکہ یہ دیکھو کہ کیا ملا!

اور کسی محبوب چیز کے چلے جانے پر ہمیں کیا مل رہا ہے؟ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: جب میں کسی بندے کی کسی محبوب چیز کو لے لیتا ہوں (یہاں لفظ ''صفی'' ہے یعنی محبوب چیز، چاہے انسانوں کے قبیل سے ہو یا اور کوئی پسندیدہ چیز ہو) اور اس پر وہ صبر کرتا ہے تو میں اس کے بدلے میں اس کو جنت عطا کرتا ہوں۔ ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ: ''**یہ نہ دیکھو کہ کیا گیا، بلکہ یہ دیکھو کہ کیا ملا!**'' یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کسی بچے کا دو روپے کا قلم گم ہو گیا، وہ رو رہا تھا، آپ نے اس سے کہا کہ بیٹا! روتا کیوں ہے؟ یہ دوسرا قلم لے لے، اور اس کو دس روپے کا قلم لا کر دیدیں؛ تو اب ظاہر ہے کہ اس کا تو فائدہ ہی ہوا کہ دو کا گیا اور دس کا ملا۔ اسی طریقے سے مرنے والے کے چلے جانے کی وجہ سے ہمیں جو کچھ بھی کمی ہوئی اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ہمیں جنت عطا فرما رہے ہیں؛ تو اب ظاہر ہے کہ جنت کا تو کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے حقیقت تو یہ ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کی ان عنایتوں اور بشارتوں کو دیکھنا اور سوچنا چاہیے۔

بچوں کا کیا ہوگا؟

اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں

دوسرا خیال یہ ہوتا ہے کہ جانے والا گیا تو اب اس کے بچوں کا کیا ہوگا؟ اور گھر کا کیا ہوگا؟ گویا خود اس کی ذات کے متعلق جذبۂ ترحم کام کرتا ہے، یا اس کی ذات کے تعلق رکھنے والی اولاد کے متعلق جذبۂ ترحم کام کرتا ہے۔ تو غور کرنا چاہیے کہ جس ذات نے یہ جذبۂ ترحم ہمارے اندر رکھا ہے، وہ ذات تو ہم سب سے زیادہ رحم کرنے والی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عامرِ رامؓ

کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھا، اس نے اپنے ہاتھ پر اس چادر کا ایک پلہ ڈال رکھا تھا، اس نے آکر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس سے میں گزر رہا تھا، مجھے اندر سے پرندے کے بچوں کی بولنے کی آواز آئی تو میں اندر گیا تو دیکھا کہ گھونسلے میں پرندے کے بچے تھے، میں نے ان کو لے لیا، جب اس جھنڈ میں سے باہر آیا تو ان بچوں کی ماں آکر میرے سر پر منڈلانے لگی، میں نے بچوں پر جو چادر ڈالی تھی وہ ہٹا دی تو ماں آکر ان بچوں پر گری اور ان سے بالکل چپک گئی، اب جانے کا نام نہیں لیتی، بچوں کے بازوؤں میں تو اُڑنے کی طاقت نہیں تھی اس وجہ سے وہ تو جا نہیں سکتے تھے، لیکن ماں تو اُڑ سکتی تھی پھر بھی بچوں کے ساتھ مہربانی، رحمت و محبت کی وجہ سے وہاں سے ہٹ نہیں رہی تھی۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی سے کہا کہ بچوں کو نیچے رکھو۔ اس نے ان کو نیچے رکھا، ان کی ماں بھی بچوں کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی، اور وہاں سے ہٹنے کا نام نہیں لیتی تھی، اس پر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”أَتَعْجَبُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا. فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ، لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا“ کیا تم لوگوں کو اس ماں کے اپنے بچوں کے ساتھ جو مہربانی و رحمت اور محبت و شفقت ہے اس پر تعجب ہوتا ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دینِ حق لے کر بھیجا ہے! اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے زیادہ محبت ہے۔ مرحومہ کے بچوں کے ساتھ ہمیں جو محبت ہے اور ان کا ہمیں جتنا خیال ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کو ان کا اس سے زیادہ خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ ان کو سنبھالیں گے۔ اور ہمارے پاس تو اسباب و وسائل بھی نہیں ہیں، وہ تو اسباب و وسائل کا مالک ہے، اس لیے وہی اپنے حکم سے سب کچھ کرے گا، بلکہ ہم تو عام طور دیکھتے ہیں کہ ایسے بچے جن کے متعلق یہ خیال ہوتا ہے ان کو اللہ تعالیٰ ایسا نوازتا ہے، ان کی ایسی تربیت و پرورش ہوتی ہے اور ان کو ایسا پروان چڑھاتا ہے جس کا لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے اور دنیا حیرت میں پڑ جاتی ہے۔

زیادہ غمگین ہونے کی ضرورت نہیں

بہر حال! ایک تو اس کے لیے غم ہوتا ہے۔ اور ایک غم جانے والے کے متعلق ہوتا ہے تو ان کے بارے میں تو جیسا کہ میں نے ابھی آپ کے سامنے ان کے متعلق بشارتیں بیان کی۔ ایک آدمی جہاں کہیں بھی جاتا ہے ان سب میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اور کوئی ذات ایسی نہیں جو اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی کرنے والی ہو جہاں وہ جاتا ہے۔ اس لیے حقیقت تو یہ ہے کہ مرحومہ جہاں گئی ہیں وہاں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم وکرم اور اعزاز واکرام کا جو معاملہ ہونے والا ہے، ویسا معاملہ تو ہم اور آپ بھی ان کے ساتھ نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی سعادتوں اور بشارتوں سے نوازا ہے اس لیے ہمیں ان پر بھی زیادہ غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلائی ہیں (یعنی جنہوں نے بچپن میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھیل لگایا تھا) جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا اس کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چلو! آج ام ایمن رضی اللہ عنہا کے یہاں جائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے یہاں جایا کرتے تھے۔ چناں چہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لے کر ان کے پاس پہنچے، ان دونوں کو دیکھ کر وہ رونے لگیں، تو حضرات شیخین نے تسلی کے طور پر ان سے کہا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے یہاں گئے ہیں، اور دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو کچھ تھا اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں جو نعمتیں آپ کو ملنے والی ہیں وہ اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں۔ گویا وہ دونوں ان کو تسلی کے الفاظ کہنا چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں جو کچھ ملا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہاں دنیا میں حاصل تھا اس لیے ہمیں رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے ایک اور بات فرمائی جس کی طرف حضرات شیخین کی بھی توجہ نہیں گئی تھی، انہوں نے فرمایا کہ: میں اس پر نہیں رو رہی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا، اس لیے کہ

میں جانتی ہوں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں اس سے بہتر ہی ملے گا جو یہاں دنیا میں ملا تھا، بلکہ میں تو اس بات پر رو رہی ہوں کہ دنیا والے وحی کی برکات سے محروم ہو گئے۔

مرحومین کا حق

اور اب ان کا حق بھی ہے کہ ہم ان کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں، اور ان کے ساتھ جو تعلق تھا اس نسبت پر ان کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا بھی چاہیے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں جب کبھی بکری ذبح ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے یہاں بھی گوشت بھیجا کرتے تھے۔ گویا ان کے تعلقات کا خیال رکھنا یہ بھی بڑی اہمیت کی چیز ہے۔ مرحومین کے اہلِ تعلق کے ساتھ بھی اسی طرح کے سلوک کا اہتمام کرنا چاہیے۔

ہمارے لیے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ موجود ہے

بہر حال! اس موقعہ پر خاص کر مستورات کو اور دیگر گھر والوں کے دلوں پر بھی غم تو ہوتا ہی ہے۔ تو غور کرنا چاہیے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں آپ کی تین بڑی صاحبزادیاں انتقال فرما گئیں۔ ان میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال تو اسی درد میں ہوا تھا۔ جس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب ان کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ لایا جارہا تھا تو دشمنوں نے ان کو سواری پر سے گرادیا، اسی میں آپ کو اسقاط ہو گیا اور حمل ضائع ہوا اور اسی بیماری میں وہ اخیر تک رہیں اور اسی تکلیف میں ان کا انتقال ہوا۔ گویا ہو بہو اسی طرح کا واقعہ آپ کہہ سکتے ہیں جو آپ کے یہاں ہوا۔

اور دوسری دونوں صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے تھیں ان دونوں کا انتقال بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہوا۔ حضرت رقیہ کا انتقال تو اس وقت ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر میں مشغول تھے، گویا آپ کی غیر حاضری میں ہوا۔ اور دوسری حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے انتقال فرما گئیں، ان کے جنازہ

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک ہوئے ہیں۔اسی طرح حضرت زینبؓ کے جنازہ میں شریک تھے۔گویا چار صاحبزادیوں میں سے تین بڑی صاحبزادیاں آپ کی موجودگی میں آپ کے سامنے انتقال فرما گئیں۔اس لیے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ ہمارے لیے موجود ہے،اسی کے اوپر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں

اب ہمیں ان تعلیمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی زندگیوں کو درست کرتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنی چاہیے،کسی کی موت کی کوئی گارنٹی نہیں دی جاسکتی کہ کب کس کا وقتِ موعود آپہنچے،اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کریں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق وسعادت عطا فرمائے۔اور جانے والوں کے لیے ہم خوب دعائے مغفرت اور زیادہ سے زیادہ ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں۔بقولِ حضرت تھانویؒ:ایصالِ ثواب کے مقابلہ میں دعائے مغفرت کا اہتمام زیادہ اہمیت رکھتا ہے،اور اس کی زیادہ قدروقیمت ہے۔روایتوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔اور اس کو ایک مثال دے کر بھی سمجھایا ہے کہ کوئی آدمی جیل میں ہے،اور آپ روزانہ اس کے لیے ٹفن بھیجتے ہیں،اور دوسرا آدمی اس کے لیے ٹفن تو نہیں بھیجتا لیکن اس کو وہاں سے نکالنے کے لیے محنت وکوشش کررہا ہے،تو ظاہر ہے کہ اس کی وہ محنت ہمارے ٹفن کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔اور دعائے مغفرت کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اگر اس کی مغفرت ہوچکی ہے تو اس کی وجہ سے درجات بلند ہوتے ہیں۔اس لیے بھی اس کا اہتمام زیادہ ہو،اور دوسرے طریقوں سے بھی ان کے حقوق کو ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق وسعادت عطا فرمائے۔

دعا

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ. أَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى بِعَدَدِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى. رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِيْ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ. رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا. اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ. أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا، وَسَكِّنْهَا فِي الْجَنَّةِ. أَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنَهَا وَبَيْنَ خَطَايَاهَا كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. أَللّٰهُمَّ أَكْرِمْ نُزُلَهَا، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهَا، اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَاهَا بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهَا مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْ قَبْرَهَا رَوْضَةً مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ. اللّٰهُمَّ اجْعَلْ قَبْرَهَا رَوْضَةً مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ. اللّٰهُمَّ اجْعَلْ قَبْرَهَا رَوْضَةً مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.

اے اللہ! مرحومہ کی بھرپور مغفرت فرما۔ اپنی مغفرتوں اور رحمتوں سے ڈھانپ لے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام ومراتب عطا فرما۔ اے اللہ! تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جو بشارتیں ارشاد فرمائی ہیں ان تمام کا ان کو مورِد ومصداق بنا۔ ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنا۔ اے اللہ! ان کے پسماندگان کو، والدین کو، بھائیوں بہنوں کو، شوہر وبچوں کو اور تمام ہی متعلقین کو صبر جمیل واجرِ جزیل عطا فرما۔ اے اللہ! ان کی موجودگی میں جن نعمتوں اور راحتوں سے تو نے ان کو نوازا تھا اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے اپنے خصوصی فضل کا معاملہ فرما۔ اے اللہ! جانے والی کی خطاؤں سے درگزر فرما۔ اس کے حسنات کو قبول فرما۔ اپنے خصوصی فضل کا معاملہ فرما۔ اے اللہ! ہم سب کو بھی اپنی موت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرما۔ غفلت کی زندگی سے حفاظت فرما۔ اے اللہ! کسی کی موت کا کوئی وقت مقرر نہیں، معلوم نہیں کہ کہاں زندگی کی شام ہوجائے،

اے اللہ! ایسی حالت میں ہماری موت آئے کہ ہمارے دل ایمان کے نور سے منور ہوں، زبان پر کلمۂ طیبہ جاری ہو، تو ہم سے راضی ہو اور ہم تجھ سے راضی ہوں، تیرے اور تیرے بندوں کے حقوق میں سے کوئی حق واجب الاداء ہم پر باقی نہ رہ گیا ہو، اے اللہ! ایسی حالت میں موت عطا فرما۔ قبر کے عذاب سے پوری پوری حفاظت فرما۔ ہمارے تمام ہی مرحومین کی قبر کے عذاب سے حفاظت فرما۔ اے اللہ ! آخرت کی منزلوں میں وہ پہلی منزل ہے اگر اس سے آسانی سے پار ہو گئے تو آگے کی تمام منزلیں آسان ہیں۔ اے اللہ! وہ تمام گناہ جو عذابِ قبر کا باعث بنتے ہیں ان سب سے ہماری حفاظت فرما، اور وہ نیکیاں جو عذابِ قبر سے حفاظت کا ذریعہ بنتی ہیں ان کا اہتمام نصیب فرما۔ محشر کی ہولناکیوں سے حفاظت فرما، اس دن کی رسوائی سے بچا لے، اس دن اپنے عرشِ عظیم کا سایہ عطا فرما۔ اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں حوضِ کوثر کا جام نصیب فرما۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مرحمت فرما۔ نیکیوں کے پلڑے کو جھکا دے۔ داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال نصیب فرما۔ پل صراط پر سے عافیت کے ساتھ گزار کر جہنم کے عذاب سے پوری حفاظت فرما کر جنت میں دخولِ اولین نصیب فرما۔ اے اللہ! مرحومہ کے بچوں کی بہترین تربیت فرما، اے اللہ! ہر طرح کے آدابِ زندگی سے ان کو آراستہ فرما۔ علوم نافعہ، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ فرما۔ اے اللہ! اپنی والدہ کی شفقتوں سے بڑھ کر شفقتیں و محبتیں ان کو عطا فرما۔ اے اللہ! ان کی بھرپور نصرت و مدد فرما۔ اور بھی گھر کے تمام افراد جن کو ان کی ذات سے فائدے پہنچ رہے تھے، ان فوائد کے سلسلے کو جاری و ساری فرما۔ اے اللہ! حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی خیر و بھلائی آپ سے مانگی، وہ سب ہمیں اور پوری امت کو عطا فرما۔ اور جن شرور و برائیوں سے پناہ چاہی، ان سے ہماری اور پوری امت کی بھرپور حفاظت فرما۔ اے اللہ! ہماری دعاؤں کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

درسِ عبرت

کلام :۔حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ رحمۃ اللہ علیہ

مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے		جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے
جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے		کبھی غور سے بھی دیکھا ہے تو نے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے		ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے		ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا		اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا ، نہ دارا
پڑا رہ گیا سب ٹھاٹھ سارا		ہر اک لے کے کیا کیا حسرت سدھارا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہاں شادیاں تھیں وہیں اب ہیں ماتم		یہاں ہر خوشی ہے مبدّل بہ صد غم
تری ذات ہی میں تغیّر ہے ہر دم		یہ سب ہر طرف انقلاباتِ عالَم

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا		تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا
اجل تیرا کردے گی بالکل صفایا		بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا		ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا		تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی		جہاں تاک میں کھڑی ہو اجل بھی
پس اب اپنے اس جہل سے نکل بھی		یہ طرزِ معیشت اب اپنا بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو		ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوبؔ تجھ کو		سمجھ لینا اب چاہئے خوب تجھ کو

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

مراقبۂ موت

کلام:۔حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ

کیسے کیسے گھر اُجاڑے موت نے		کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پہلواں کیا کیا پچھاڑے موت نے		سرو قد قبروں میں اُتارے موت نے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن		قبر میں ہوگا ٹھکانہ ایک دن
اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن		منھ خدا کو ہے دِکھانا ایک دن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہورہی ہے عمر مثلِ برف کم		چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بہ دم
سانس ہے اک رہروِ مُلکِ عدم		دفعتہً اک روز یہ جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ایسی غفلت یہ تیری ہستی نہیں		دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دنیا ہے یہ بستی نہیں		جائے عیش وعشرت ومستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ حسینوں کی چٹک اور یہ مٹک		دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک
ساتھ ان کا چھوڑ ہاتھ اپنا جھٹک		بھول کر بھی پاس ان کے نہ پھٹک

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حسنِ ظاہر پر اگر جائے گا		یہ منقّش سانپ ہے ڈس جائے گا
عالم فانی سے دھوکا کھائے گا		رہ نہ غافل یاد رکھ پچھتائے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دارِ فانی کی سجاوٹ پہ نہ جا		نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا		إِنَّهٗ قَدْ فَازَ فَوْزاً مَّنْ نَجَا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

کسی نے ہمارا کیا غم تو کیا ہے		اگر کوئی ہو چشم پُر نم تو کیا ہے
کرے حشر تک کوئی ماتم تو کیا ہے		نہیں ہوں گے جب سامنے ہم تو کیا ہے

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

غنی ہوں گے، اہلِ توکل بھی ہوں گے		بہت بلبلیں آئیں گی ،گُل بھی ہوں گے
اگر ہوں گی قوالیاں ، قُل بھی ہوں گے		بڑی دُھوم ہوگی ، بہت غُل بھی ہوں گے

ہمیں کیا جو تُربت پہ میلے رہیں گے
تہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے